مرغوب الرحمٰن سہارنپوری

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ، کچھ یادیں کچھ باتیں

شوال ۱۴۳۸ھ کی ۱۶ رویں اور جولائی ۲۰۱۷ء کی ۱۱ رویں تاریخ تھی، منگل کا دن تھا، گھڑی تقریباً صبح کے نو بجارہی تھی، جب امیر المومنین فی الحدیث، فقیہ نبیل، عظیم محقق، بے مثال بزرگ، استاذ مکرم، مخدوم محترم حضرت مولانا محمد یونس جونپوری (شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور) نے آخری سانس لیا، انا للہ وانا الیہ راجعون، ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیء عندہ باجل مسمیٰ۔ اپنے شاگردوں، مریدوں اور متوسلین ومنتسبین کو حالت یتیمی میں چھوڑ کر چلے گئے۔ فرحمہ اللہ رحمۃً واسعۃ

ایک آسرا تھا دید کا باقی سومٹ گیا!

ہزاروں دلوں نے بے ساختہ کہا ع

ہائے کیا ہوگا امیر کارواں! تیرے بغیر

حضرت شیخ اپنے علمی وفکری، تعلیمی وتربیتی انداز، وسیع معلومات، عمیق تحقیقات، کردار مومنانہ، جذبۂ قلندرانہ، ذوق خدائی ولذت آشنائی، عشق مصطفائی ومحبت مجتبائی میں یکتائے زمن تھے۔ آپ کی تعزیت کرنے والا، آپ پر لکھنے والا، آپ کی شخصیت پر بولنے والا، ششدر وحیران رہ جاتا ہے کہ آغاز کہاں سے کیا جائے، یہی حال میرا بھی ہے، متنوع کمالات میں سے ہر کمال، دل ودماغ اور قلم کو اپنی طرف کھینچتا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ احساس بھی ستاتا ہے کہ کہاں میری آڑی ترچھی لکیریں، اور کہاں ہمارے حضرت کی شخصیت:

چہ نسبت خاک را با عالم پاک؟
کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل

ایک وجہ یہ بھی ہے جس کو حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۲۱ھ/۲۰۰۲ء) نے تحریر فرمایا:

''کسی ایسی شخصیت کے اوصاف وکمالات کے بارے میں قلم اٹھانا، جس کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ کا خاص اجتبائی معاملہ ہو، یوں بھی بہت ہی نازک اور کٹھن مرحلہ ہے کہ ناواقف قارئین کو مبالغہ آرائی کا گمان گزرتا ہے، اور اہل نظر کو سطحیت، کوتاہ بیانی اور مرتبہ ناشناسی کی شکایت رہتی ہے۔ (شخصیات وتأثرات، ۱/۱۹۸)

بس اپنے بڑوں کے حکم کی بجا آوری میں کچھ یادیں اور کچھ باتیں سپردِ قرطاس کرنے لگا ہوں یہ سوچ کر کہ حقیر کی کوئی تحریر حضرتؒ کی شایانِ شان نہیں ہوسکتی اور نہ ہم اس کے مکلّف ہیں، بلکہ اس بات کے مکلّف ہیں کہ جیسے تیسے بن پڑے اپنے جذبات عقیدت ومحبت کا اظہار کریں، اپنے الفاظ میں بیان کرنے سے پیش تر مناسب سمجھتا ہوں کہ بزرگوں کی زبان سے نکلے گہر یہاں بکھیر دوں، جن کا ایک ایک لفظ سند کا درجہ رکھتا ہے، اور ایک ایک تحریر مبالغہ آرائی سے پاک ہوتی ہے۔ حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے اپنے مخدوم مکرم اور مربی محترم حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ (۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء) کی صفات وکمالات کا جو اجمالی خاکہ پیش کیا تھا وہ پیش خدمت ہے:

''حق تعالیٰ شانہ نے حضرت شیخ قدس سرہ کو اس قدر ظاہری و باطنی کمالات سے نوازا اور اتنی خوبیوں سے آراستہ فرمایا تھا کہ نہ تو ان کا صحیح ادراک ہوسکتا ہے نہ ان کے لیے مناسب الفاظ وتعبیرات مل سکتی ہیں، عام لوگ انہیں اخباری اصطلاح میں بس ایک ''ممتاز عالم دین اور عظیم رہنمائے ملت'' کی حیثیت سے جانتے تھے، عرب دنیا ان کی عربیت، فصاحت و بلاغت اور وسعت معلومات کا لوہا مانتی تھی، اہل علم ان کے فضل وکمال، ان کے زہد وتقویٰ، ان کے اخلاص وعزیمت اور ان کی شہامت ونجابت کے معترف تھے............... اہل زیغ، ملاحدہ وزنادقہ ان کے ضرب ید اللّٰہی سے لرزاں تھے، طلبہ ان کے حدیثی، تفسیری، فقہی وکلامی معارف وافادات پر سر دھنتے تھے، احباب ان کے حسن صورت، حسن سیرت، حسن مصاحبت، حسن معاشرت، حسن تکلم اور حسن تبسم پر گرویدہ تھے، مگر سچی بات یہ ہے کہ

خوبی ہمیں کرشمہ وناز وخرام نیست ۔۔۔ بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

حضرت قدس سرہ کی ایک ایک ادا اپنے اندر ''بسیار شیوہ ہا'' رکھتی، ان کی ایک ایک جنبش لب، بجلیاں گراتی تھی، ان کا ایک ایک نقش پا جادہ استقامت کی نشاندہی کرتا تھا۔

حضرت قدس سرہ علم کا خزانہ تھے، عمل کا نمونہ تھے، عاقل و فہیم تھے، ذکی و لبیب تھے، عابد و زاہد تھے، متقی و پرہیزگار تھے، جری و بہادر تھے، نڈر، حق گو، فیاض اور سخی تھے، انہیں جو کچھ ملا تھا موہبت خداوندی سے ملا تھا، اور ان کے تنہا وجود میں اس قدر فوق العادت اوصاف و کمالات قدرت نے جمع کر دیئے تھے کہ ایک بڑی جماعت پر تقسیم کر دیئے جائیں تو وہ محاسن سے مالا مال ہو جائے۔ (ماہنامہ بینات کراچی بنوری نمبر، ۸-۸۰۷)

اسی کے ساتھ ساتھ احقر حضرت مولانا منظور نعمانی (۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء) کے الفاظ مستعار لے کر کسی قدر تبدیلی کے ساتھ عرض کرتا ہے، مولانا تحریر فرماتے ہیں:

''یوں تو اس وقت (حضرت شیخ کی مظاہر علوم کے زمانہ طالب علمی میں) مظاہر علوم کے سبھی بڑے اساتذہ باکمال، اپنے اپنے فن کے امام اور صلاح و تقویٰ اور تعلق باللہ میں بھی صاحب مقام تھے، لیکن ان میں اس وقت کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ (۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء) کا خاص الخاص مقام تھا، جنہوں نے نہیں دیکھا وہ غالباً یہ تصور بھی نہیں کر سکیں گے کہ چودھویں صدی ہجری اور بیسویں صدی عیسوی میں اس شان کا بھی کوئی متبحر عالم ہو سکتا ہے ــــ ان کی (حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ - ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۳ء) علمی جلالت کا کچھ اندازہ ان کے معاصر اور قرین حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی (۱۳۹۶ھ/ ۱۹۴۹ء) کی اس شہادت سے کیا جا سکتا ہے جو انہوں نے اپنی جلیل القدر تصنیف ''فتح الملہم شرح صحیح مسلم'' میں ایک جگہ ان الفاظ میں ادا کی ہے۔ (مندرجہ ذیل خوبیاں ہمیں اپنے حضرت شیخ میں بھی نظر آتی تھیں، اس لیے یہ اقتباس پیش خدمت کر رہے ہیں،

ایک اور اہم وجہ یہ بھی ہے کہ علامہ کشمیریؒ کے لائق شاگرد حضرت مولانا عبداللہ خاں صاحب بجنوری نے فرمایا حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کا علم مولانا یونس صاحب کی طرف منتقل ہوا ہے):

الشيخ التقي النقي الذي لم تر العيون مثله، ولم يرهو مثل نفسه ولو كان في سالف الزمان، لكان له شان في طبقة اهل العلم عظيم۔ (۳۳۵/۱)

''وہ صاحب تقویٰ اور پاک سیرت شیخ جس کی کوئی دوسری مثال لوگوں کی آنکھوں نے نہیں دیکھی اور خود اس نے بھی اپنی کوئی مثال نہیں دیکھی اور اگر وہ پچھلے دور میں ہوتے تو اہل علم میں ان کی بڑی عظیم شان ہوتی''۔

جن اصحاب نظر نے ممدوح کو کچھ مدت تک قریب سے دیکھا، ان سب کا احساس یہی ہوگا کہ وہ علوم دین کے بحر ذخار اور ورع وتقویٰ کے لحاظ سے ان خاصان خدا میں سے تھے، جن کی من جانب اللہ منکرات ومعاصی سے حفاظت فرمائی جاتی ہے ....صورت بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی حسین وجمیل اور معصومانہ بنائی تھی کہ دیکھنے والے بے ساختہ کہہ اٹھیں ''ان ھذا الاملک کریم''۔

(تحدیث نعمت: ص:۳۳)

بہر حال حضرت میں بہت سی صفات ستودہ اور عادات محمودہ تھیں جن میں سے ایک اعلیٰ اور عمدہ صفت سادگی اور عاجزی وانکساری بھی تھی، آپ تصنع اور بناوٹ سے کوسوں دور تھے، اور آپ کے یہاں کر وفر نام کی کوئی چیز نہ تھی، اتنے اونچے درجہ اور مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود اپنی غربت وغیرہ کے واقعات برملا اور بلا جھجک سنایا کرتے تھے، ایک مرتبہ دوران درس اپنی غربت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''بچو! کپڑے دھونے کو صابن کے لیے پیسے نہیں ہوتے تھے، جہاں طلبہ کپڑے دھوتے، تو اس سے آگے جا کر بیٹھ جاتا، ان کے کپڑوں سے صابن کا جو پانی آتا اس سے کپڑے دھوتا''۔

حضرت شیخ کی زندگی عبدیت وفنائیت اور بے نفسی وکسر نفسی کا مرقع تھی، اور ایک خاص عادت یہ تھی کہ اپنے متوسلین ومریدین اور معلمین ومنتسبین سے معافی مانگتے، یہ صفت آج کے دور میں نظر نہیں آتی بلکہ عنقا ہوگئی، بعض مرتبہ اتنی عاجزی وانکساری سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتے کہ دیکھنے والوں کو یہ احساس ہوتا کہ معافی مانگنے والا مرید وشاگرد ہے حالانکہ ہوتا اس کے برعکس تھا، ذرا ذرا سی چھوٹی چھوٹی باتوں پر معافی مانگتے، ایک مرتبہ خود اپنے شاگرد وخادم کے بارے میں فرمایا کہ اس کی چپل پر میری چپل رکھی گئی تو میں نے اس کو بلا کر معافی مانگی، اس واقعہ سے جہاں آپ کی سادگی وانکساری کا پتہ چلتا ہے وہیں فکر آخرت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

ایک شاعر نے کہا ہے ؎ لکھنؤ میں نہیں نفاست اب

لیکن دوسری طرف حضرت شیخ نظافت ونفاست کا حسین مرقع تھے۔ لباس، خوراک اور طرز بود وباش کا سلیقہ وقرینہ اتنا متأثر کن ہوتا کہ آدمی اس کے سحر میں جکڑ جاتا، آپ کی ہر ہر ادا اور ہر ہر نقل وحرکت میں حسن وجمال کی چمک اور نفاست ونظافت کی جھلک تھی، گویا آپ ان کا حسین سنگم تھے، اور ''ان اللہ جمیل یحب الجمال'' (مسلم: ۱۳۱) کا نمایاں مظہر تھے۔ کتابوں کی حفاظت اور استعمال کا اونچا ذوق تھا، سالوں آپ کے استعمال میں آنے والی کتاب ایسی صاف ستھری ہوتی گویا کہ نئی ہے، ابھی استعمال ہی نہیں ہوئی، نہ کتاب کھولنے کے نشان اور نہ انگلی لگنے کے۔

بعض حضرات کو سادگی اور نفاست میں تضاد لگتا ہے لیکن ایسا نہیں اس کے لیے حضرت تھانویؒ (۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کی تحریر پیش خدمت ہے، فرماتے ہیں کہ:

> ''بعض لوگ شاید بذاذت (حدیث میں ہے، البذاذة من الایمان) (ابو داؤد: ۴۱۶۱) کے یہ معنی سمجھ جائیں کہ نہ صفائی ہو اور نہ نظافت ہو، بالکل میلی کچیلی حالت میں رہے، حالانکہ میلے پن سے بذاذت کا کوئی علاقہ نہیں۔ (خطبات حکیم الامت، ۱۳/۴۳)

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسین الصوت اور جہیر الصوت بنایا تھا اور گفتگو کے سلیقہ سے بھی نوازا تھا، آپ کی رس گھولتی آواز سے دار الحدیث گونج اٹھتا تھا، جب آپ کی طبیعت میں انبساط ونشاط ہوتا تو ایسا لگتا

جیسے کوئی دریا بہ رہا ہو، پس پردہ آپ کی کڑک آواز کو سننے والا یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ کوئی ضعیف العمر شخص گویا ہے۔

بعض مرتبہ حضرت شیخؒ فرمایا کرتے تھے کہ نہ میرے رشتہ دار ہیں، نہ میرے شہر میں ایسے تعلقات ہیں (کیونکہ آپ عوام میں نسبۃً گم نام لیکن حقیقۃً انتہائی نیک نام اور نیک کام تھے) پھر فرماتے ''میرے مرنے کے بعد میرے جنازہ میں کون آئے گا؟ لیکن جنازہ میں شرکت کرنے والوں نے دیکھا کہ ''کون'' نہیں بلکہ ''کون، کون'' آیا۔ خوبیاں رہتی ہیں زندہ، خوبیوں والا نہیں۔

ایک محتاط اندازہ کے مطابق جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد تین لاکھ بتائی جاتی ہے، تا حد نگاہ لوگوں کے سر ہی سر نظر آرہے تھے، سہارنپور کا تاریخی قبرستان حاجی شاہ کمال کا وسیع وعریض میدان اپنی تنگدامنی کا شکوہ کررہا تھا، مجمع دیکھ کر مشہور حدیث ذہن میں گونج رہی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی سے (خاص) محبت فرماتے ہیں تو جبرئیل کو بلا کر فرماتے ہیں کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تم بھی محبت کرو، چنانچہ جبرئیل ان سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت کرتے ہیں تم بھی اس سے محبت کرو، تو اہل سما، بھی محبت کرنے لگتے ہیں (حتی کہ) پھر اس کے لیے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ (بخاری: ۳۲۰۹، مسلم: ۲۶۳۷)

موت اس کی ہے زمانہ کرے جس پر افسوس ورنہ دنیا میں سبھی آتے ہیں مرنے کے لیے

اور آپ کی وفات کے روز شہر کے گلی کوچوں، اور بازاروں کو دیکھ کر بے ساختہ یہ شعر ذہن میں آرہا تھا ؎

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

ایک مرتبہ خاکسار بعد مغرب حاضر خدمت ہوا تو حضرت نے خدام سے پوچھا یہ کون ہے؟ کیوں آیا ہے؟ میں نے عرض کیا! ملاقات کے لیے، فرمایا! یہ ملاقات کا وقت نہیں، عصر کے بعد آنا، میں نے عرض کیا! عصر کے بعد موقع نہیں ملتا، شہری طالب علم ہوں، عصر کے بعد گھر چلا جاتا ہوں، اس پر حضرت خاموش رہے اور کچھ نصیحتیں فرمائی، حضرت شیخ یونسؒ ہی کے الفاظ مستعار لے کر عرض کناں ہوں کہ ''یہ

حضرت شیخ کی ذرہ نوازی تھی''۔

بہت لگتا تھا دل محفل میں ان کی
وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے

باری تعالیٰ نے آپ کو فیاضی وسخاوت ایسی عطا فرمائی تھی کہ کم ہی لوگوں کے حصہ میں آتی ہے، ایسے ہی دنیا سے بے رغبتی اور بے اعتنائی اس قدر عطا کی تھی کہ کم ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے، چنانچہ حضرت شیخ کے شاگرد ومرید مولانا یعقوب دہلوی (سابق امام مسجد قبا مدینہ منورہ) نے فرمایا، ایک مرتبہ حضرت شیخ کے عرب شاگردوں نے اتنے تحائف وہدایا دیئے کہ دو تھیلے ریالوں سے بھر گئے، مدینہ منورہ سے واپسی پر حضرت شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ سارے ریال مدینہ منورہ ہی میں غرباء میں تقسیم کردو، میں نے عرض کیا کہ حضرت بقدر ضرورت اپنے لیے رکھ لیں، لیکن حضرت آمادہ نہیں ہوئے، اور ایک ایک ریال صدقہ کروادیا، اور اپنا حال یہ تھا کہ واپسی پر مولانا سے فرمانے لگے کہ مجھے سو ریال اس شرط پر قرض دو کہ بعد میں مجھ سے واپس لوگے۔

ایسے ہی حضرت کے ایک شاگرد کو حضرت کے محبین نے ہزاروں ڈالر ہدیہ دیئے کہ حضرت تک پہنچادینا، جب ان کی حضرت سے مدینہ منورہ میں ملاقات ہوئی، اور وہ امانت حضرت کی خدمت میں پیش کی، تو فرمایا! میں کیا کروں گا، مسجد نبوی میں جو حفظ کی درسگاہیں لگتی ہیں ان کے طلبہ میں تقسیم کردو۔

اسی طرح وفات سے ایک دن قبل (پیر کو) ہدیہ کے لفافے کھلوائے تو کل 11520 روپے نکلے، تو دس ہزار مدرسہ میں، پانچ سو بیس روپے مکاتب کے لیے اور ایک ہزار روپے اپنے خرچ کے لیے رکھ لئے۔

بلاشبہ آپ فرمانِ نبوی ''**لا حسد إلا فی اثنین رجل اتاه الله مالاً فسلطه علی هلکته فی الحق**''۔ (بخاری: ۷۳) ''دو آدمی قابل رشک ہیں، ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہو اور پھر اسے خیر کے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق بھی دی ہو'' کے مصداق تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی عبقری الصفات شخصیت بنایا تھا کہ ایسے حضرات خال خال ہی پیدا ہوتے ہیں، آپ کو حافظہ وفہم اور ذکاوت وذہانت کی وہ دولت عطا کی تھی جو ہمارے کبار محدثین ومحققین اور علمائے مجتہدین کا طرۂ امتیاز تھا، خود ان کے ہمعصروں میں ان کی نظیر شاید ہی کوئی نظر آئے؟ کئی، کئی صفحے

کتابوں کے ایسے فرفر پڑھتے چلے جاتے کہ سننے والا اش اش کرتا رہ جاتا، بعض مرتبہ فرماتے یہ کتاب اتنے سال پہلے دیکھی تھی، بہت سے پیچیدہ اور گنجلک مسائل چٹکیوں میں حل فرما دیتے، زمانہ طالب علمی ہی سے حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو بلا کا حافظہ عطا فرمایا تھا جس کا ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

حضرت شیخ جب جلالین پڑھتے تھے تو فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین (۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء) نے طلبہ سے پوچھ لیا کہ فلاں دن جو میں نے تقریر کی تھی، وہ سناؤ، کیا تھی؟ سب طلبہ خاموش حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا، مولانا یونس صاحب نے من وعن وہ تقریر سنا دی۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ (۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء) کو حدیث کا حوالہ درکار تھا متعدد علمائے کرام سے دریافت کیا لیکن معلوم نہ ہو سکا تو شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کو لکھا تو بڑے حضرت شیخ نے شیخ یونس کو تلاش حدیث کے لیے کہا تو چند گھنٹے میں حوالہ تلاش کر دیا، تو بڑے حضرت شیخ نے حضرت مولانا علی میاںؒ کو لکھ کر بھیج دیا تو جب حضرت سہارنپور آئے، تو شیخ یونس صاحبؒ کی زیارت کے خواہش مند ہوئے، تو حضرت شیخ نے ان کو بلایا، اس وقت شیخ یونس ایک لنگی اور ایک بنیان پہنے کرتے میں تھے، تو مولانا علی میاںؒ نے فرمایا: میں مولانا یونس کو دیکھنا چاہتا ہوں، حضرت شیخ نے فرمایا: ''یہی تو مولانا یونس ہیں''۔

حضرت شیخ یونسؒ کا معمول یہ تھا کہ اخیر سال میں بعد مغرب بھی درس دیا کرتے تھے، اعلان ہوا کہ آج حضرت شیخ بعد مغرب سبق پڑھائیں گے، احقر کو معلوم نہ تھا کہ مغرب کے متصلاً بعد پڑھائیں گے، احقر سنتوں کے بعد دو نفل کی نیت باندھ بیٹھا، ایک ساتھی نے بتایا کہ شیخ صاحب سبق پڑھا رہے ہیں، احقر پہنچا تو ایک حدیث کی تلاوت ہو چکی تھی، بعد میں حضرت شیخ کے حجرہ شریفہ میں کتاب لے کر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا! ایک حدیث کا سماع چھوٹ گیا، وہ پڑھنا چاہتا ہوں، حضرت نے فرمایا! میں بیمار رہتا تھا، ناغہ ہو جاتا، پورا سماع تو نہ ہو سکا، البتہ اجازت حاصل ہے، پھر فرمایا! کوئی اور حدیث نہیں چھٹی؟ عرض کیا! نہیں بس یہی ایک حدیث چھٹی ہے، فرمایا! چل پڑھ، ایک جگہ غلطی آئی تو فرمایا! یہ حدیث اتنی مرتبہ آ چکی، پھر اس میں سے چند جگہوں کی نشاندہی فرمائی۔

چند سال قبل ایک طالب علم نے عبارت پڑھتے ہوئے ''مروان'' کے ساتھ رضی اللہ عنہ پڑھ دیا تو فرمایا! بیس سال پہلے بھی ایک طالب علم نے یہ غلطی کی تھی۔

ہمارے حضرت شیخ کو مطالعہ اور کتب بینی کا عجیب اور عمدہ شوق تھا، ان کو مطالعہ اور تحقیق میں بے پناہ لذت ملتی تھی اور بے تکان مطالعہ فرماتے، مطالعہ کے تعلق سے متقدمین کے متعلق جو کچھ سنا اور پڑھا، وہ حضرت شیخ میں خوب، خوب ظاہر تھا، اور غالباً حضرت شیخ کے ذہن میں ان کے پیر و مرشد اور شیخ حضرت ناظم صاحبؒ (مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوری (۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء) کے یہ اشعار گونجتے رہتے ہوں

انسان کو بناتا ہے اکمل مطالعہ — ہے چشم دل کے واسطے کامل مطالعہ
دنیا کے ہر ہنر سے ہے افضل مطالعہ — کرتا ہے آدمی کو مکمل مطالعہ

اتنے انہماک سے مطالعہ فرماتے کہ بعض مرتبہ مچھر وغیرہ کافی دیر بیٹھا رہتا اور کاٹتا لیکن آپ کے مطالعہ میں خلل نہ آتا، اسی طرح کوئی ملاقاتی آتا اور سلام وغیرہ نہ کرتا تو آپ کو پتہ ہی نہ چلتا، اور زبان حال سے فرماتے ؎ فمحبوبی من الدنیا کتابی. بعض مرتبہ بیس بیس گھنٹے بے تکان مطالعہ فرماتے، تحقیق و جستجو کی لگن کا حال یہ تھا کہ ایک لفظ تلاش کرنے کے لیے مسند احمد کا چار مرتبہ مطالعہ فرمایا۔

عاشق مطالعہ کے مطالعہ کا سلسلہ لقائے الٰہی تک جاری رہا، آپ نے پیر کے روز بھی مطالعہ فرمایا اور حاشیہ تحریر فرمایا، فجزاهم الله احسن الجزاء۔

ہمارے اسلاف و اکابر اور بزرگان دین میں حزم و احتیاط اور ورع و تقوی کا جو پہلو نظر آتا تھا وہ حضرت شیخ میں بھی خوب جھلکتا تھا، اس کے بے شمار واقعات ہیں، چند ایک واقعات سپرد قرطاس ہیں:

خود فرماتے ہیں کہ "لوگ صدقہ کے پیسے دے جاتے ہیں کہ کسی کو دے دینا، بعض مرتبہ وہ ذاتی پیسوں میں مل جاتے ہیں تو میں سارے پیسے (اپنے بھی اور صدقہ کے بھی) صدقہ کر دیتا ہوں۔

حضرت شیخ کے لائق فائق شاگرد حضرت مولانا محمد حنیف صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ کھرڈ) فرماتے ہیں کہ کوئی صاحب حضرت کو پچیس ہزار روپے دے کر گئے، چار ماہ بعد بتایا کہ حضرت! وہ زکوۃ کی رقم تھی، حضرت نے فرمایا میں نے تو وہ رقم مہمانوں میں خرچ کر دی، پھر اس کے بعد رقم نکالنی شروع کی، خود میرے ہاتھ سے ڈھائی لاکھ روپے دلوا چکے اور کل تقریباً چھ لاکھ روپے دلوا چکے، لیکن پھر بھی فرماتے ہیں کہ "مجھے اطمینان نہیں ہو رہا"۔

ایک مرتبہ کسی سرکاری افسر (غالباً ایم، پی) کی گاڑی میں بٹھادیا گیا، حضرت کو پتہ نہ چلا کہ سرکاری گاڑی ہے، جب آگے چل کر ہارن بجا تو فوراً فرمایا! مجھے اس گاڑی سے اتارو، اتر کر پیچھے عام گاڑی میں سوار ہوئے۔

ہمارے حضرت شیخ کا ایک نمایاں وصف یہ بھی تھا کہ اپنی مادر علمی، اساتذۂ کرام اور محبین و محسنین کے احسان شناس اور قدرداں رہے اور زندگی بھر ان کے احسان چکاتے رہے، اور ساتھ ہی معترف بھی رہے، اپنی مادرِ علمی مظاہر علوم کو برابر رقم اور قیمتی کتابوں کے ہدیے سے نوازتے رہے۔

حضرت نے اپنا مکان (واقع اسلام آباد) مادر علمی مظاہر علوم وقف کے لئے وقف کردیا، اسی طرح ایک بڑی زمین جو کہ بہٹ (سہارنپور کا ایک قصبہ) میں واقع ہے مدرسہ کو عنایت فرمادی، اور سرکاری کارروائی کے لیے خود بنفس نفیس بہٹ تحصیل تشریف لے گئے، اور گھنٹوں وہاں موجود رہے، اور جبیں پر کوئی شکن نہیں بلکہ پوری بشاشت اور خندہ پیشانی کے ساتھ تشریف فرما رہے۔

اسی طرح جب حضرت شیخ دارالطلبہ قدیم میں رہتے تھے تو ایک صاحب (غالباً استاذ) نے ان کو بلا کر ایک امرود عنایت فرمایا، اس احسان کا بدلہ حضرت شیخ نے یہ دیا، خود فرماتے ہیں کہ میں ان کے لیے ہر جمعہ کو دو سورہ یٰس ایصال ثواب کرتا ہوں۔

آپ میں قابل قدر اور قابل اتباع و عمل وصف یہ تھا کہ آپ کی اساتذہ کرام اور مادر علمی سے لازوال محبت وعقیدت اور وابستگی و وفاداری قابل دید بھی تھی اور قابل داد بھی، آپ نے اپنے اساتذۂ عظام کی باتوں پر ایسا عمل کر کے دکھایا گویا کہ "پتھر کی لکیر"، جس کا اندازہ ان واقعات سے ہوسکتا ہے:

ایک مرتبہ عصر کے بعد آپ اپنے ساتھی کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جارہے تھے پیچھے سے آپ کے استاد حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب فیض آبادی تشریف لائے اور زور سے فرمایا، یہ کیا ہے؟ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے آج تک کسی کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر نہیں چلا۔

جب آپ بیمار ہوئے تو حضرت ناظم صاحبؒ اور حضرت شیخ کا گھر جانے کا مشورہ دینا اور پھر استاذ وشاگرد کے سوال و جواب اور اس پر قابل تعریف عمل کر کے دکھانے کا واقعہ تو مشہور ہے۔

دوران درس اور مجلس اپنے اساتذۂ کرام خصوصاً مولانا ضیاء الحق صاحبؒ اور حضرت ناظم صاحبؒ کا نام

نامی اور اسم گرامی عقیدت ومحبت کے سمندر میں غوطہ لگا کر لیتے تھے، بلکہ ایک مرتبہ حضرت ناظم صاحبؒ کے تعلق سے فرمایا! عالم اسباب میں اس مقام کی توفیق حضرت ناظم صاحب کی برکت ودعا سے ہوئی ہے، ایک مرتبہ فرمایا! شرح حدیث حضرت ناظم صاحبؒ کی برکت سے ہی کھلی ہے۔

حضرت شیخ میں ایک وصف اور جوہر جو آپ کو اپنے ہمعصروں اور دیگر اکابر سے ممتاز کرتا تھا وہ یہ کہ آپ جہاں اپنے چھوٹوں کے نورِ نظر اور حد درجہ معتمد علیہ تھے وہیں آپ اپنے ہمعصروں، اساتذہ کرام اور بزرگان عظام کے صرف منظورِ نظر ہی نہ تھے بلکہ وہ حضرات آپ پر بے پناہ اعتماد واعتبار کرتے تھے، شاید اس کی اہم وجہ تحقیق وجستجو، حقائق اشیاء تک پہنچنا، معاملہ کی تہ تک رسائی، قوت استدلال، وسیع النظری اور دقیق العلمی آپ کی فطری جبلت اور عجیب وغریب خصوصیت وعادت تھی، جس کی وجہ سے وہ کسی کے خوف وخطر کو خاطر میں نہ لاتے، ذیل کے واقعات سے ہمارے قارئین کو ان باتوں کا اندازہ ہوگا:

حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ جب ''کوکب الدری'' اور ''لامع الدراری'' پر کام فرما رہے تھے تو حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ سے فرمایا! کوئی آدمی دو، جو مجھے حوالے تلاش کر کے دے دیا کرے، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا، ''یونس کام کا آدمی ہے'' اور شیخ یونس سے فرمایا! حضرت شیخ کی عصر کے بعد والی مجلس میں جانا۔

یہ بات بھی مشہور ہے کہ شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے ایک تحریر میں یہ پیشین گوئی فرمائی تھی کہ جب سینتالیس پر پہنچ جاؤ گے تو مجھ سے آگے ہوگے (یہ پیشین گوئی حرف بحرف ثابت ہوئی) شیخ یونسؒ نے دوران درس فرمایا ''یہ حضرت شیخ کی ذرہ نوازی تھی''۔ شیخ زکریاؒ کا آپ سے علمی خطوط کے جوابات لکھوانا اور حضرات اکابر کا آپ سے علمی مراجعت فرمانا، اس پر شاہد عدل ہے۔

حضرت ناظم صاحبؒ نے ایک مرتبہ فرمایا ''ایک وقت آئے گا جب تمہاری بات اور تمہارا کلام حجت ہوگا'' دنیا جہاں والوں نے دیکھا کہ آپ کی یہ پیشین گوئی ہو بہو صادق آئی۔

تقریباً نصف صدی تک علم حدیث میں اشتغال رکھنے والے عظیم محدث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب جلال آبادی (۱۴۳۸ھ/۲۰۱۷ء) نے مختلف امور تحریر کرنے کے بعد فرمایا! "(ان) امور میں عموماً شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد یونس صاحب دامت برکاتہم کا اتباع کیا ہے"۔

(کشف الباری، ۱؍۵۸)

بدء الوحی کے ترجمۃ الباب میں حضرت کی رائے کو اہتمام سے بیان فرمایا۔ (دیکھئے کشف الباری، ۱؍۲۱۹)

حضرت شیخ یونسؒ کو اللہ تعالی نے متنوع خصوصیات سے نوازا تھا، اکثر حضرات آپ کو صرف علم و تحقیق کے میدان کا شہسوار سمجھتے ہیں، لیکن اللہ تعالی نے آپ کو علم کے ساتھ عمل سے بھی نوازا تھا علم کے ساتھ ساتھ آپ کا بنیادی طور پر تصوف وسلوک اور احسان سے بھی گہرا رشتہ تھا، قحط الرجال کے اس دور میں حضرت کا وجود اللہ تعالی کی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں تھا۔

کبھی کبھی دوران درس وجد طاری ہوتا تو حق جل مجدہ کا نام نامی اسم گرامی اتنی عظمت وعقیدت اور محبت وحلاوت سے لیتے کہ سننے والوں پر بھی وجد اور سکینت طاری ہو جاتی اور مجمع پر سکتہ چھا جاتا۔

انتقال سے ایک روز قبل اپنے ایک مرید باصفا .... سے پوچھا کتنی دیر ذکر کرتے ہو؟ ان کے بتلانے پر فرمایا! ڈیڑھ گھنٹہ ذکر کرتا ہوں، حقیقی اور مخلصانہ عشق الٰہی کا ہی نتیجہ تھا کہ کئی مرتبہ خواب میں خالق حقیقی کی زیارت سے سرفراز ہوئے۔

اسی طرح خاتم النبیین، غرۃ الحجلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ولگاؤ اور وارفتگی حد درجہ تھی، خود بھی خوب خوب سنت پر عمل کا اہتمام فرماتے اگر خادم، اول بائیں پاؤں میں چپل پہنانے کے لیے پیر میں ڈالتا تو پاؤں کھینچ لیتے اور ڈانٹتے، اور جا بجا طلبۂ عزیز اور متوسلین کو سنت رسول پر عمل کی تلقین اور تاکید کرتے اور زبان حال سے فرماتے

اسوہ خیر الوری اپنایئے اس میں مضمر ہیں فضائل انگنت

دوران درس ومجلس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی پر عقیدت ومحبت سے درود شریف کا خوب اہتمام فرماتے، اپنے اکابر کی طرح دینی غیرت وحمیت میں صلابت واستقامت کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے، کسی کو خلاف سنت عمل کرتے دیکھتے تو فوراً بلا جھجک ٹوک دیتے۔

اسی دینی غیرت وحمیت کے تحت سہارنپور میں ۲۸؍فروری ۲۰۰۶ء، بروز منگل کو واقع ہونے والے تاریخی احتجاجی جلسہ میں شرکت فرمائی، حالانکہ آپ کا مزاج جلسے جلوس میں شرکت کا نہیں تھا، اور آپ نے

عشق رسول میں ڈوبی ہوئی پر جوش، پر سوز، اور مدبرانہ تقریر فرمائی۔

حضرت شیخ نے بخاری شریف کے کئی مسائل خواب مبارک میں خود معلم انسانیت شارح الحدیث حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حل فرمائے، ایسے ہی بہت سے مسائل آپ نے نجوم ہدایت، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے حل فرمائے۔ **فجزاهم الله احسن الجزاء۔**

آپ کے ساتھ ''امیر المومنین فی الحدیث'' کا جولاحقہ لگا ہوا ہے یہ لقب کسی عام آدمی نے نہیں دیا بلکہ خود شارع علیہ السلام، سید المحدثین حضرت محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا، واقعہ یہ ہوا کہ شیخ صفوان بن عدنان داوُدی (معلم حدیث شریف، مسجد نبوی) کو خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور دریافت کیا! اس وقت حدیث کے باب میں امیر المومنین کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا! محمد یونس جونپوری، شیخ صفوان اس سے قبل آپ کو جانتے نہ تھے، اس کے بعد آپ کو تلاش کرتے رہے، ایک مرتبہ معلوم ہوا، شیخ یونس جونپوری، مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہوئے ہیں، ملاقات کے لیے حاضر خدمت ہوئے، اور اپنا خواب بیان فرمایا، حضرت شیخ خواب سن کر رو پڑے، اس کے بعد شیخ صفوان نے آپ سے بخاری و مسلم وغیرہ پڑھی۔

اخیر عمر میں آپ نے ایسا قیمتی کارنامہ انجام دیا جو آپ کی ساری مبارک و متبرک خدمات کے لیے ''ختام مسک'' کے طور پر یاد رکھا جائے گا، یعنی ''نبراس الساری الی ریاض البخاری'' کی ترتیب و تالیف، اس کے علاوہ بھی آپ کی دیگر مطبوعہ وغیرہ مطبوعہ تصانیف و تالیفات ہیں:

الیواقیت الغالیہ فی تحقیق و تخریج الاحادیث العالیہ (۴ جلدیں) نوادر الحدیث، الفوائد فی عوالی الاسانید و غوالی الفوائد، مقدمہ بخاری، مقدمہ ابوداود، مقدمہ مشکوۃ، ارشاد القاصد الی ماتکرر فی البخاری باسناد واحد، جزء حیات الانبیاء، جزء المحراب، جزء معراج، جزء قرأت، جزء رفع الیدین، تخریج احادیث مجموعہ چہل حدیث، تخریج احادیث اصول الشاشی، نوادر الفقہ، مقدمہ ہدایہ، کتاب التوحید فی رد الجہمیہ، سوانح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

بہر حال آپ کی جامع کمالات شخصیت سے متعلق یادوں، باتوں اور واقعات کے علاوہ نجی یادیں بھی اتنی ہیں کہ ان سب کو قلم بند کر دیا جائے تو نہ تو طبیعت ہی سیر ہوگی اور نہ ان کا حق ادا ہوگا۔

ولیس علی الله بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

حق تعالیٰ شانہ آپ کی ت‍ ‍ں اتباع باتوں پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

مختصر سوانحی خاکہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا یونس صاحب ؒ جون پوری

سم گرامی: (مولانا) محمد یونس بن شبیر احمد بن شیر علی

پیدائش: ۲۵/رجب ۱۳۵۵ھ ۲/ر اکتوبر ۱۹۳۷ء بروز دوشنبہ

جائے پیدائش: چوکیہ، گورینی، ضلع جونپور، صوبہ یوپی

والدہ کا سانحہ ارتحال: جب آپ کی عمر پانچ سال دس ماہ کی ہوئی تو آپ کی والدہ داغ مفارقت دے گئیں۔

ابتدائی تعلیم: گاؤں کے مکتب میں ہوئی، بغدادی قاعدہ حافظ عبدالحیی صاحب سے پڑھا، دوسرے استاذ مولانا نور محمد صاحب۔

متوسط تعلیم: تیرہ سال کی عمر میں مدرسہ ضیاالعلوم، مانی کلاں ضلع جونپور میں داخل ہوئے، فارسی سے لے کر نورالانوار تک کی کتابیں مولانا ضیاالحق فیض آبادی، مولانا عبدالحلیم فیض آبادی ثم جونپوری اور مولانا محمد عمر المعروف حافظ جی وغیرہ سے پڑھیں۔

اعلیٰ تعلیم: ۱۵/ر شوال ۱۳۷۷ھ (۵/مئی ۱۹۵۸ء) بروز دوشنبہ کو مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔

درس نظامی سے فراغت: ۱۳۸۰ھ میں سب سے اعلیٰ نمبرات حاصل کر کے دورہ حدیث شریف سے مظاہر علوم سے فراغت حاصل کی۔

مزید تعلیم: ۱۳۸۱ھ میں سالِ فنون کی کتابیں پڑھیں۔

مظاہر علوم میں آپ کے خصوصی اساتذۂ کرام: شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب، مولانا اسعد اللہ صاحب، مولانا محمد منظور احمد خان صاحب، مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی، مفتی مظفر حسین صاحب، مولانا وقار احمد صاحب۔

رفقاء درس: مولانا محمد عاقل صاحب، مولانا اجتباء الحسن صاحب کاندھلوی، مولانا شجاع الدین

صاحب حیدرآبادی، مولانا عبدالرشید صاحب بستوی، مولانا عبدالرحیم صاحب متالا وغیرہ۔

معین مدرس: ۱۳۸۱ھ میں مظاہر علوم میں عارضی معین مدرس مقرر ہوئے۔

مستقل مدرس: یکم ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ میں مستقل مدرس بنائے گئے، ۱۳۸۴ھ میں مدرس وسطی بنائے گئے اور پہلی مرتبہ حدیث شریف کا درس دیا۔

مسندِ شیخ الحدیث پر: شوال ۱۳۸۸ھ میں مظاہر علوم کے شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہوئے اور تاحیات اس عہدہ پر قائم رہے -**فجزاهم الله احسن الجزا**.

اصلاحی تعلق اور بیعت: رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ کے اخیر عشرہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سے بیعت ہوئے۔

اجازت وخلافت: ۵/محرم الحرام ۱۳۹۶ھ بروز پنجشنبہ کو بعد الظہر حضرت ناظم صاحب (مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوری) نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

اسی سال ۵/ذیقعدہ پنجشنبہ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نے بھی خلعت خلافت سے نوازا۔

وفات: ۱۶/شوال ۱۴۳۸ھ (۱۱/ جولائی ۲۰۱۷ء) بروز منگل صبح تقریباً نو بجے جان جان آفریں کے سپرد کی، نماز جنازہ: بعد نماز عصر (تقریباً ساڑھے چھ بجے) حاجی شاہ کمال کے میدان میں حضرت مولانا طلحہ صاحب نے ادا کرائی، جس میں محتاط اندازہ کے مطابق تین لاکھ لوگوں نے شرکت کی (غالبا سہارنپور کی تاریخ میں یہ سب سے بڑا جنازہ تھا)

مدفن: آپ کی وصیت کے مطابق حضرت ناظم صاحب (مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوری) کے پہلو میں تدفین ہوئی۔

☆☆☆